حیات حافظ ملت کا اخلاقی پہلو

اختر حسین فیضی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ایک مومن کی زندگی میں اس وقت نکھار پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنے اخلاق وعادات میں حسنات کو جگہ دے، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے(ریاض الصالحین)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بندۂ مومن کی میزان میں حسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی اور یقینا اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ کو پسند نہیں فرماتا۔ (ریاض الصالحین)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مومن یقینا اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار اور شب بیدار شخص کے حصے میں آئے گا

(یہاں نفلی روزہ اور نماز مراد ہے) (ریاض الصالحین)

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ پتا چلا کہ اخلاق حسنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک بہتریں عطیہ ہے، اس نعمت سے جو سرفراز ہوا وہ بارگاہِ خداوسول میں سرفراز ہوا اور بندوں کے درمیان مقام بلند کا حامل، انھیں سرخ رو اور بلند اقبال شخصیتوں میں حضرت جلالۃ العلم ابو الفیض حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز بانی و شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا اسم گرامی سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، جہاں آپ علم وحکمت، فکر ونظر اور شعور وآگہی میں بلند مقام پر فائز تھے وہیں اخلاقِ حسنہ اور عادات شریفہ آپ کا امتیازی وصف تھا، آپ کے اخلاق کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ چھوٹوں پر رحم وکرم کی بارش فرماتے، معاصرین کے ساتھ خوش خوئی سے پیش آتے اور بزرگوں کے ساتھ نیاز مندانہ برتاو کرتے، گویا اخلاق کے باب میں آپ انفرادی شان کے مالک تھے، اخلاق کے تعلق سے رقم طراز ہیں

نورِ ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچتی ہے، حیوانیت ودرندگی دور اور لوازم بہیمت کافور ہو جاتے ہیں، اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ وپیراستہ ہو کر "انسان کامل" ہو جاتا ہے اور اپنے خالق ومالک کو خوب پہچانتا ہے، اس کی طاعت وعبادت میں لذت پاتا ہے، پیکرِ اخلاق بن جاتا ہے۔ جو کام کرتا رضاے الٰہی اور خوشنودی خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے، زبان اور ہاتھ ہی کیا جسم کے تمام اعضا حکم الٰہی کے ماتحت ہی کار فرما رہتے ہیں، حرکت وسکون خوشنودی معبود ہی کے لیے ہوتا ہے(معارف حدیث ص ۲۵۔ از حافظ ملت)

افعال وکردار کی بلندی اور بدنظری کی مذمت کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں

افعال وکردار ہی کی بلندی سے انسان کی بڑائی ہے۔ اچھے کردار سے انسان سرخرو اور بدکرداری سے آدمی ذلیل ورسوا ہوتا ہے، اسی لیے اسلام نے ہر موقع پر اچھے کردار کی تعلیم دی اور بدکرداری سے بچایا، حد یہ ہے کہ راستے پر بیٹھنے سے بھی روک دیا اور منع کر دیا کہ نظر خطا کرے گی، دل میں بدی آئے گی، نتیجہ بدکاری ہوگا جس کو ذلت ورسوائی لازم ہے(معارف حدیث ص۸۹)

اخلاق کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں:

مسلمان کا مقصد آخرت ہے، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے، دوزخ سے نجات پائے، جنت میں داخل ہو، انعامات و اکرامات کا مستحق ہو، یہی اس کا مطمح نظر ہے، اگرچہ جنت اور اس کی تمام نعمتیں ساری خصوصیتیں محض فضلِ ربانی و عطائے الٰہی ہے، لیکن اس مولائے نعیم و غافر نے ان کے حصول کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں، جنت کے ان خصوصی انعامات و اکرامات کا ذریعہ تقویٰ اور حسنِ خلوص ہے، یوں تو ہر نافرمانی اور معصیت دوزخ کا سبب ہے، مگر دو چیزیں خاص تور پر انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ انسان کا منہ اور اس کی شرم گاہ۔ سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کیا تم جانتے ہو وہ کیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کا جنت میں پہنچاتی ہے، وہ تقویٰ اور حسنِ خلق ہے۔ کیا تم جانتے ہو وکیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو دوزخ میں لے جاتی ہے، وہ دو چیزیں ہیں جو اندر سے خالی ہیں وہ انسان کا منہ اور شرم گاہ ہے

اس حدیث میں جنت اور اس کے بلند درجات کے ی حصول کا ذریعہ دو چیزیں بیان فرمائیں، تقویٰ اور حسنِ خلق۔

تقویٰ شریعت مطہرہ میں ہر معصیت سے بچنا اور تمام احکام الٰہی بجالانا ہے۔ لہٰذا تقویٰ کے اندر تمام بھلائیاں داخل ہیں، اس لیے تقویٰ حسنِ خلق کو ضرور شامل ہے، پھر اس کے علاوہ ذکر کرنا تخصیص بعد تعمیم ہے، جو حسنِ خلق کی عظمت پر دلیل ہے، یا تقویٰ سے مراد اعمال ظاہری اور خلق سے مراد اعمال باطنی ہے۔

حسنِ خلق کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہین

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعمال و افعال خداوندِ کریم کی مرضی کے مطابق ہوں اور باطنی اخلاق و عقائد بھی اسی کے خوشنودی کے مطابق ہوں تو وہ شخص جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات و اکرامات کا مستحق ہے، یا تقویٰ اشارہ ہے بندہ کا حسنِ معاملہ اپنے خالق کے ساتھ اور حسنِ خلق اشارہ ہے حسنِ معاملہ مخلوق کے ساتھ، تو جو شخص ان صفات کا جامع ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے جو ایک فرماں بردار بندہ کا ہونا چاہیے اور مخلوق کے ساتھ اس کے وہی تعلقات ہیں جو عند اللہ حَسن ہیں تو ایسا شخص ضرور اپنے رب کے خصوصی انعامات کا مستحق ہے۔ لہٰذا طالب جنت کے لیے تقویٰ و طہارت سے آراستہ ہونا چاہیے اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونا ضروری ہے(معارف حدیث ص۷۹-80)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو درسِ مساوات دیتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا، حضرت معرور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ذر سے "ربذہ" میں ملاقات کی۔ وہ حلہ پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی حلہ پہنے ہوئے تھا میں نے ان سے اس کی وجہ دیافت کی، فرمایا

میں نے ایک شخص کو گالی دی اس کی ماں سے عار دلایا مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! کیا تو نے اس کی ماں سے عار دلایا، تجھ میں جاہلیت ہے، تمھارے بھائی تمھارے تابع ہیں اللہ نے ان کو تمھارے قبضہ میں کر دیا تو وہ شخص کہ اس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو تو اس کو کھلائے جو خود کھائے اور پہنائے جو خود پہنے اور ان کو اتنی تکلیف نہ دو جو ان پر شاق ہو اگر ایسا کرو تو تم بھی ان کی اعانت کرو۔

اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ لکھتے ہی

اس حدیث میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فحش کلامی سے روکا، گالی گلوج کو جاہلیت قرار دیا، حسنِ اخلاق کی تعلیم دی کہ غلاموں کے ساتھ بھی مساوات کا برتاؤ کرو، حدیہ کی لباس وغذا میں بھی مساوات ہو، جیسالباس تم پہنوں ویساہی لباس اپنے غلاموں کو پہناؤ، جیسا کھانا خود کھاؤویساہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ، کس قدر بلند کرداری کی تعلیم ہے۔

اس کے بعد عام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر یوں اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

مسلمانو! غور کرو تمھارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ تعلیم ہے کہ غلاموں کے ساتھ اس درجہ مساوات ہے کہ لباس وغذا میں برابری ہے، سوار اور پیدل چلنے میں برابری ہے تو اپنے اعزاواقربا، بھائیوں، برادروں کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے---اس کے بعد لکھتے ہین

بلاشبہہ اسلامی تعلیم یہی سبق دیتی ہے کہ اپنے بھائی کو کم از کم اپنے برابر اپنی بلند سطح پر ضرور رکھنا چاہیے، اپنے آرام کی فکر ہو تو اپنے بھائی کے آرام وراحت کو بھی ضرور یاد رکھے۔ خود تکلیف سے بچے تو اپنے بھائی کو بھی تکلیف سے بچائے ، نوکروں، ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے ان کے راحت وآرام کا بھی ضرور ضرور خیال رکھے۔ (معارف حدیث ص97،98)

تعلیم اخلاق کا ایک موثر اور قابلِ تقلید عمل ملاحظہ فرمائیں، مولانا سید رکن الدین اصدق بہار شریف نے بیان فرمایا کہ دستار بندی کے بعد ۱۱ر شعبان ۱۳۸۶ھ کی صبح جب میں اپنے آقاے نعمت حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے بلا کر قریب بیٹھایا اچھوتے انداز میں فرمانیا

سید صاحب! رات کی دستار بندی کے بعد آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہو گیا ہے اور اب آپ گھر سے باہر تک دوسری ہی نگاہ سے دیکھے جائیں گے، مگر ماشااللہ جو خوبیاں ہونی چاہیے وہ ہیں، مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ بحیثیت استاذ صرف ایک بات کہنی ہے اور یہ کتاب میں پڑھ کر نہیں چالیس سالہ تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آدمی کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو انسان کیا، قدموں کے نیچے کی کنکریاں بھی اس کا احترام کریں گیں۔ ایک اخلاق اور دوسرا استقلال ۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۲۹۷۔ ملفوظات حافظ ملت ص۷۹،۸۰ از: اختر حسین فیضی)

یہ حضرت حافظ ملت کے درس ہاے اخلاق کے چند نمونے تھے اب یہاں یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کے حضرت کے خود ذاتی اخلاق کیا تھے۔

آپ کا باب اخلاق اتنا وسیع ہے کہ اس پر سیر حاصل گفتگو اس چھوٹے سے مضمون میں نہیں ہو سکتی۔ تاہم چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

استغنا اور شفقت: حافظ ملت اپنے پسند کی جب بھی کوئی چیز پکاتے یا کوئی عقیدت مند پیش کر جاتا تو اس میں سے مختصر سی نکال کر باقی سب طالب علموں میں تقسیم فرماتے، بطورِ تبرک ایسی نعمت جب بھی ہاتھ آتی، طلبہ میں بے پناہ خوشیاں جاگ جاتی تھیں، ہر طالب علم یہی کہتا کہ میں اتنی دور رہ کر بھی اپنے والدین کی شفقت سے محروم نہیں ہوں۔ (حافظ ملت

نمبر ص ۲۰۱۔ مختصر سوانح حافظ ملت ص ۴۵، ۴۴)

ایثار و قناعت: ایثار و قناعت سے لبریز یہ واقعہ دیکھیے

حافظ ملت کے سامنے دستر خوان پر ایک روٹی تھی دروازے پر سائل نے صدا لگائی "خدا کے نام پر روٹی کھلا دو بابا" حافظ ملت نے نصف روٹی فقیر کے حوالے کر دی اور آدھی روٹی کھا کر شکر یا ادا کیا۔ پاس کھڑا طالب علم حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا شیخ سعدی نے لکھا ہے

نیم نانے گر خورد مرد خدا بذل درویشاں کند نیم دگر

تو بتایئے ہم لوگ اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اگر ہمارا عمل اس کے خلاف ہو گا تو پھر عمل کون کرے گا۔

(حافظ ملت نمبر ص ۲۸۔ سوانح حافظ ملت از: فیضی)

ضیافت اور شفقت: اسلامی اداروں میں عموماً عید قرباں کے موقعے پر کچھ طالب علم مدرسے ہی میں رہ جاتے ہیں فرزندان اشرفیہ بھی ایسے موقعے سے کچھ مدرسے ہی میں رہ جاتے ہیں، لیکن حضرت کی موجودگی میں کسی کو احساس تک نہیں ہو تا کہ وہ اپنے والدین سے دور وادی غربت میں یوں عید کے لمحات گزار رہے ہیں۔ عید الاضحیٰ کے روز حضرت کا معمول تھا کہ موجودہ تمام طالب علموں کو دعوت دے کر خود ان کی ضیافت فرماتے تھے اور چاروں طرف ٹہل ٹہل کر کھلانے، پلانے کا کام خود انجام دیا کرتے تھے، چیزیں ختم ہونے پر دوبارہ پھر دینے کی کوشش کرتے، اس ضیافتی سرگرمی کے موقعے پر حضرت طلبہ کو کوئی زحمت نہیں دیتے تھے، سرپرستی کا ایک نمایاں انداز یہ بھی تھا کہ حضرت حافظ ملت آج کے روز تمام طلبہ میں ایک ایک روپیہ بھی تقسیم فرمایا کرتے تھے، تاکہ طلبہ کے ذہن اس معمول کی یاد سے پریشان نہ ہو سکیں جسے ان کے والدین نبھائے رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حافظ ملت کی اس طلبہ نوازی، خلوص و محبت اور حسن اخلاق کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

(حافظ ملت نمبر ص ۲۰۲)

اخلاق و عادات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اگر کوئی ملاقاتی خدمت میں حاضر ہو تا تو سلام و دعا کے بعد اپنے قریب ہی بیٹھانے کی کوشش کرتے چاہے وہ شاگرد ہی کیوں نہ ہو، آپ ہر شخص کے ساتھ فراخ دلی اور اخوت و محبت سے پیش آتے اور آپ کا ہر ملاقاتی یہی کہتا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔

آپ کے پاکیزہ اخلاق کی یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے، مزید معلومات کے لیے حافظ ملت نمبر، حیات حافظ ملت، سوانح حافظ ملت اور ملفوظات حافظ ملت کا مطالعہ مفید ہو گا۔